22

نوجوانانِ جماعت سے دین کے لئے زندگیاں وقف کرنے کا مطالبہ

(فرمودہ یکم اکتوبر 1943ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"میں نے آج عید کے خطبہ میں اس امر کی طرف جماعت کو توجہ دلائی تھی کہ موجودہ جنگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کا قطعی فیصلہ ہے کہ موجودہ زمانہ کی دنیوی طاقتوں کو جو اسلام سے اختلاف رکھتی ہیں تلوار سے مٹانا ظاہری سامانوں کے لحاظ سے ناممکن ہے لیکن تبلیغ اور روحانیت سے مٹانا نہ صرف ممکن ہی ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے موعود بھی ہے۔ اس زمانہ میں اسلحہ جنگ کی کثرت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ تلوار جہاں تک اسلام کی ترقی اور غلبہ کا تعلق ہے قطعی طور پر ناکام رہے گی اور تبلیغ کامیاب ہو گی اور ہم دیکھتے ہیں کہ ظاہری علامتیں بھی ایسی ہیں جو اسی بات پر دلالت کرتی ہیں کیونکہ دشمنان اسلام جہاں ہتھیاروں اور مادی طاقتوں پر زیادہ سے زیادہ بھروسہ کر رہے ہیں وہاں ان میں مذہبی یقین کم سے کم ہوتا چلا جاتا ہے۔ اگر ایک طرف مادی طاقت پر بھروسہ بڑھتا جاتا ہے تو دوسری طرف روحانی طاقت پر بھروسہ کم ہوتا جاتا ہے اور ہشیار مخالف کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ مخالف کے قلعہ پر اس جگہ سے حملہ کرتا ہے جہاں دیوار سب سے زیادہ کمزور ہو اس وقت اسلام کے دشمنوں

کے قلعہ کی مادی دیواریں زیادہ سے زیادہ مضبوط ہیں۔ البتہ روحانی دیوار میں خطرناک رخنے ہیں۔ اور کسی نادان کا ہی یہ کام ہو سکتا ہے کہ مضبوط چٹانوں اور دیواروں کے ساتھ سر پھوڑتا رہے اور جہاں سے دیوار گری ہوئی ہو وہاں سے اندر داخل نہ ہو۔ آج دشمن کا قلعہ مذہبی نقطۂ نگاہ سے گر رہا ہے اور اس جہت سے بہت کمزور ہو چکا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ الٰہی منشاء ازل سے یہی تھا کہ اس زمانہ میں دونوں طاقتوں کو جمع کر کے ایک ایسا مضبوط قلعہ تیار کرے کہ جو ہر طرح مکمل ہو۔ دنیوی طاقت تو خود ان قوموں نے قائم کر لی ہے اور روحانی طاقت احمدیت کے ذریعہ ان کو مل جائے اور اس طرح ایک ایسا قلعہ تیار ہو جائے جس کی کوئی بھی دیوار کمزور نہ ہو۔

اس کے لئے جہاں یہ ضروری ہے کہ جماعت کا ہر فرد تبلیغ کرے وہاں ایک خاص جماعت کا ہونا بھی ضروری ہے۔ جو اسلام کے لئے اپنی زندگیوں کو وقف کر دے۔ اس کی طرف میں نے جماعت کو متواتر توجہ دلائی ہے۔ کچھ نوجوان آگے آئے بھی ہیں مگر جس حد تک ضروری ہے اس حد تک نہیں۔ پچھلے سالوں میں مالی قربانی کے لحاظ سے جماعت نے نہایت اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے۔ ایسا نمونہ کہ جس پر فخر کیا جا سکتا ہے اور پورے یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ دنیا میں اور کوئی قوم ایسی نہیں جو دلی جوش اور ارادہ کے ساتھ ایسی قربانی کرے۔ بغیر کسی جبر یا قانون کے اور بغیر کسی ایسے محکمہ کے جو لوگوں کی آمدنیوں کا حساب کر کے ان پر ٹیکس لگائے۔ محض اپنے ارادہ سے اتنی قربانی کرنے والی اور کوئی قوم دنیا میں نہیں۔ جنگ کے زمانہ میں چونکہ ایک جوش پیدا ہو جاتا ہے اس لئے لوگ زیادہ قربانی کرتے ہیں۔ مگر جو قربانی اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کرتی ہے ویسی جنگ کے زمانہ میں بھی دوسری قومیں بہت کم کرتی ہیں۔ ہماری جماعت کو کوئی ظاہری جنگ درپیش نہ تھی۔ روحانی جنگ تھی اور وہ جاری ہے اور جاری رہے گی مگر ظاہری جنگ کے نہ ہونے کے باوجود جماعت کے بڑے حصہ نے قربانی کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے۔ اس سے زیادہ لوگ اس لئے شامل نہیں ہو سکے کہ تحریک جدید میں شامل ہونے کے لئے یہ شرط لگا دی گئی تھی کہ کم سے کم اتنی رقم دے کر اس میں شمولیت اختیار کی جا سکتی ہے۔ اس لئے باقی لوگ مجبوراً شریک نہ ہو سکے۔ ان کا شامل نہ ہو سکنا اس وجہ

سے نہ تھا کہ ان کے دل میں شوق نہ تھا بلکہ یہ وجہ تھی کہ ان میں شامل ہوسکنے کی طاقت نہ تھی۔ پس جن میں شامل ہونے کی طاقت تھی ان کا اندازہ کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسّی نوے فیصدی دوستوں نے مالی قربانی کا قابلِ یادگار نمونہ پیش کیا ہے لیکن تبلیغ کے لئے وقفِ زندگی کا نمونہ ایسا شاندار نہیں جو جماعت نے مالی قربانی کے لحاظ سے دکھایا ہے۔ ابھی بہت سے نوجوانوں کی ضرورت ہے جو اپنے اوقات کو کلی طور پر دین کی خدمت میں لگانے کے لئے تیار ہوں۔ پھر میں نے ایک اور نقص دیکھا ہے کہ دوستوں میں کام کرنے میں سستی کی عادت ہے۔ جسے کسی کام پر مقرر کیا جائے وہ غفلت کرتا ہے۔ یہ عادت اہم مہمات کے سر کرنے کے لئے سخت مضر ہے اور فتح کے وقت کو پیچھے ڈال دینے والی عادت ہے۔ اس کی اصلاح بھی اسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ اپنی زندگیوں کو وقف کرنے والوں کی ایک ایسی جماعت ہو جو ایک خاص پروگرام کے ماتحت تعلیم و تربیت حاصل کرے اور پھر وہی روح دوسروں میں پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ اس لئے زیادہ سے زیادہ نوجوانوں کی ضرورت ہے جو اپنی زندگیوں کو دین کے لئے وقف کریں۔

اس سلسلہ میں مَیں جماعت کے دوستوں کو ایک اور امر کی طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں۔ جس کی طرف پہلے توجہ نہیں اور پہلے میں نے اسے بیان بھی نہیں کیا۔ ہر شخص جو اپنی زندگی وقف کرتا ہے اس کے وقف کرنے کے یہ معنے نہیں کہ اس کا وقف ضرور قبول کر لیا جائے۔ پیش کرنے والوں میں سے جو کام کے لئے موزوں سمجھتے جاتے ہیں ان کو لے لیا جاتا ہے اور باقی کو چھوڑ دیا جاتا ہے لیکن جو شخص ایک دفعہ اپنی زندگی وقف کرتا ہے وہ خدا کے ہاں ہمیشہ ہی واقف سمجھا جاتا ہے۔ میرے اسے ردّ کرنے کے یہ معنے نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے ہاں بھی ردّ ہو گیا۔ چاہے ہم اسے قبول نہ کریں وہ خدا تعالیٰ کے ہاں واقف ہے۔ چاہے وہ باہر جا کر کوئی اور نوکری ہی کر رہا ہو جب بھی وقفِ زندگی کے لئے جماعت سے مطالبہ کیا جائے اس کا فرض ہے کہ پھر اپنے آپ کو پیش کرے۔ خواہ پھر ردّ کر دیا جائے اور ردّ کرنے کی صورت میں اگر وہ کوئی اور کام بھی کرتا ہے تو اس کا فرض ہے کہ زیادہ سے زیادہ وقت وہ دین کی خدمت میں صَرف کرے۔ ورنہ وہ شدید وعدہ خلافی کا مرتکب سمجھا جائے گا۔ جب ایک شخص

خدا تعالیٰ کے ساتھ وعدہ کرتا ہے کہ وہ دین کے لئے اپنی زندگی وقف کرتا ہے اور پھر امام جماعت بلکہ نبی کے ردّ کر دینے پر بھی وہ سمجھتا ہے کہ مجھے چونکہ قبول نہیں کیا گیا اس لئے مَیں آزاد ہوں۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ وعدہ خلافی کا مرتکب سمجھا جائے گا۔ بلکہ اپنے آپ کو پیش کر دینا تو درکنار جو شخص اپنے دل میں بھی یہ فیصلہ کرتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کے لئے وقف ہوں تو پھر کسی وقت بھی اس کا اپنے آپ کو وقف کی ذمہ داریوں سے آزاد سمجھنا شدید وعدہ خلافی ہے۔ کسی کا اسے قبول کرنے سے انکار اس کے وقف کو نہیں بدل سکتا۔ اس کے ردّ کرنے کے معنے تو صرف یہ ہیں کہ وہ اس خاص جماعت میں شامل نہیں ہو سکتا جس سے اس وقت کوئی کام لیا جاتا ہے اور یہ عدمِ شمولیت اس کے وقف کو بدل نہیں سکتی۔ بلکہ جس دن سے کوئی وقف کا ارادہ کرتا ہے وہ چاہے اس ارادہ کا اظہار بھی کسی کے سامنے نہ کرے وہ خدا تعالیٰ کے ہاں واقف ہے۔ اور اس سے کسی صورت میں بھی اپنے آپ کو آزاد سمجھنا وعدہ خلافی ہے۔ کامل مومن وہ ہے جو دل کے ارادہ پر بھی پختہ رہے۔ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے کہ جو شخص صدقہ کا ارادہ کرے اس کے لئے صدقہ کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ جو شخص نفل پڑھنے کا ارادہ کرے اس کے لئے پڑھنا ضروری ہے۔ پس کامل مومن کا ارادہ بھی اسے باندھ دیتا ہے اور پابند کر دیتا ہے۔ لیکن اگر کوئی ادنیٰ مومن ہے تو جب وہ ایک بار اپنے آپ کو وقف کر چکا تو خواہ اسے قبول نہ بھی کیا جائے وہ آزاد نہیں ہو سکتا۔ دینی خدمت کے لئے قبول نہ کئے جانے کی صورت میں اگر وہ مثلاً ڈاکٹری کرتا ہے تو اس کا فرض ہے کہ ڈاکٹری کے کام کو کم سے کم وقت میں محدود کرے اور باقی وقت دین کی خدمت میں لگائے۔ اگر کوئی انجینئر ہے تو چاہیئے کہ کم سے کم وقت انجینئرنگ کے کام پر صَرف کرے اور زیادہ سے زیادہ دین کی خدمت پر۔ اگر وہ کوئی ملازمت اختیار کرتا ہے تو چاہیئے کہ ملازمت کے لئے جتنا وقت دینا اس کے لئے لازمی ہے اس کے سوا باقی وقت کا کثیر حصہ دینی خدمت میں گزارے۔ اور پھر اس تاک میں رہے کہ کب دینی خدمت کے لئے آگے بڑھنے کا مطالبہ ہوتا ہے۔ اور جب بھی ایسی آواز اس کے کان میں پڑے اسے چاہیئے کہ پھر اپنے آپ کو پیش کرے اور کہے کہ میں واقف ہوں۔ پہلے فلاں وقت مجھے نہیں لیا گیا تھا اب مَیں پھر پیش کرتا ہوں۔ اور خواہ وہ ساری عمر بھی نہ لیا جائے مگر

اس کا یہ فرض ہے کہ ہمیشہ اپنے آپ کو واقف ہی سمجھے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ وعدہ خلاف اور غدّار سمجھا جائے گا۔ پس جس نے کسی وقت بھی اپنے آپ کو وقف کے لئے پیش کیا وہ اس سے کبھی آزاد نہیں ہو سکتا۔ میرا یا کسی اور کا اسے کسی وقت قبول نہ کرنا اسے وقف کی ذمہ داریوں سے آزاد نہیں کر سکتا کیونکہ وقف تو ایک عہد ہے، خدا تعالیٰ اور بندے کے درمیان، اور کوئی قبول کرے یا نہ کرے یہ عہد ہرگز نہیں ٹوٹ سکتا۔ بلکہ اگر صرف دل میں ہی وقف کا ارادہ کیا جائے، چاہے اظہار نہ ہو تو بھی نہیں ٹوٹ سکتا۔

پس وقف قبول کئے جانے یا نہ کئے جانے کا کوئی سوال نہیں۔ جو شخص وقف کرتا ہے اس کا وقف ہمیشہ قائم رہتا ہے اور خدمتِ دین کی ایک صورت کے لئے اسے قبول نہ کئے جانے کے یہ معنے نہیں کہ وہ دین کی کسی اور رنگ میں خدمت کرنے کی ذمہ داری سے بھی سبکدوش ہو گیا۔ اگر ایک شخص کی آنکھیں خراب ہیں اور اسے فوج میں بھرتی نہیں کیا جاتا تو اس کے یہ معنے نہیں کہ اب وہ ہمیشہ کے لئے ملک کی خدمت کے فرض سے آزاد ہو گیا۔ کیونکہ اگر وہ باقاعدہ لڑنے والی فوج میں شامل نہیں کیا گیا تو کئی اور صورتوں میں خدمتِ ملک کر سکتا ہے۔ کلرک بن سکتا ہے، زخمیوں کے لئے پٹیاں بنانے کا کام کر سکتا ہے۔ ایسی تحریکیں کر سکتا ہے جن سے فوجی بھرتی میں امداد مل سکے۔ اور نہیں تو عوام میں بے چینی پیدا کرنے والی غلط افواہوں کی تردید کر کے ایک اہم خدمت سرانجام دے سکتا ہے۔

غرض جو شخص کسی خاص وقف کی تحریک میں نہ لیا جانے کی صورت میں یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ اب وقف کی ذمہ داری سے وہ آزاد ہو گیا ہے وہ ایسا ہی احمق ہے جیسا وہ والنٹیر احمق ہے جو فوج میں بھرتی ہونے کے لئے گیا اور اسے فوج کے قابل نہ سمجھ کر آزاد کر دیا گیا۔ اور اس نے ملک کی خدمت کی ذمہ داری سے اپنے آپ کو آزاد سمجھ لیا۔ اگر وہ کامل مومن ہے تو صرف دل میں ارادہ کرنے سے اور اگر ادنیٰ مومن ہے تو اپنے آپ کو پیش کر دینے کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے خدا تعالیٰ کے ہاں وقف ہے۔ خواہ اسے کوئی قبول کرے یا نہ کرے۔

پس جو نوجوان اپنے آپ کو پیش کر چکے ہیں وہ یاد رکھیں کہ وہ قیامت تک وقف ہیں۔ اور جو اَب میری اس تحریک پر یا کبھی آئندہ اپنے آپ کو پیش کریں وہ بھی اس بات کو

یادرکھیں کہ وقف کی بڑی اہمیت ہے۔ اس لئے جو اپنے آپ کو پیش کرے اچھی طرح سوچ سمجھ کر کرے۔ یہ بات اب تک میں نے واضح نہیں کی تھی۔ اور اب ایک واقف کی ایک تحریر سے مجھے یہ خیال پیدا ہؤا کہ یہ مضمون مَیں نے پہلے بیان نہیں کیا۔ اس لئے اب اسے بیان کر دیا ہے۔ تا جو لوگ اپنے آپ کو پیش کر چکے ہیں وہ گنہگار نہ ہوں۔ اور جو آئندہ پیش کریں سوچ سمجھ کر کریں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ جب اسلام کو سپاہیوں کی ضرورت ہو تو جو شخص طاقت اور اہلیت رکھنے کے باوجود آگے نہیں آتا وہ گنہگار ہے۔ اس لئے جو نوجوان اپنے آپ کو پیش کر سکتے ہوں اور اس ذمہ داری کو نباہ سکتے ہوں وہ پیش کریں۔ ایسے نوجوانوں کے لئے خدمتِ دین اور ثواب حاصل کرنے کا یہ نادر موقع ہے۔ ایسا نادر موقع کہ جو شاید آئندہ نہ مل سکے۔ انبیاء کے قریب کے زمانہ میں ایسے مواقع مل سکتے ہیں مگر جب ترقیات حاصل ہو جائیں تو پھر ایسے مواقع نہیں مل سکتے۔"

(الفضل 19 اکتوبر 1943ء)